© rasailojaraid.com

استحقاق مضبوط کرنے کیلئے "تلوار کی سند کے بعد اسی مفلوج شہنشاہیت کی سند قبول حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ خواہ یہ سند کم سے کم قیمت پر ہی کیوں نہ خریدی جاسکتی ہو۔ غرض کچھ نہ ہونے پر بھی مغل بادشاہ کو ایک مرکزی برتری حاصل تھی۔ قلعہ دہلی کا رسمی تفوق ہنوز قائم تھا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارکنان قضاؤ قدر اس روایتی اقتدار کو اپنے آزاد تسلط کے قیام میں خارج نہ دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ مذکورہ بالا سرکاری مراسلات میں درپردہ یہی ایک جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ ہر مسئلہ کے حل میں یہی سیاسی مراحل جملہ اقدامات کے ماحصل معلوم ہوتے ہیں بلکہ بسا اوقات تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ خود سیاسی مسائل خاص مقاصد کے پروردہ ہیں۔

بادشاہ کو نذر گذراننے کا مسئلہ، وظیفہ شاہی میں مشروط اضافہ کی پیشکش اور ولیعہدی کے مسئلہ کا رازدارانہ اہتمام سب اسی مدافعانہ تحریک کی مختلف کڑیاں ہیں۔ اس ضمن میں حکومت کی خط و کتابت کی طویل جدوجہد کا ایک پہلو خاص طور پر قابلِ غور ہے اور وہ یہ کہ حصولِ مقصد کی رکاوٹوں پر بسہولت قابو نہ پاسکنے کی صورت میں سیاسی فضا کو معلق رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک طرف ظاہری رکھ رکھاؤ کی ضرورت انگریزوں کو کوئی حتمی قدم اٹھا لینے سے باز رکھتی ہے اور دوسری طرف مغل دربار کی تمام مساعی رہے سہے اقتدار کو قائم رکھنے میں ناکام دکھائی دیتی ہیں۔ اسلئے کہا جاسکتا ہے کہ ۵۷ء کی شورش نادانستہ طور پر سیاسی جمود کے زائل کرنے میں انگریزوں کے لئے ایک "مبارک" سانحہ ثابت ہوئی۔ یہ منظم مگر ناتواں تحریک جہاں سیاسی فضا میں وقتی طور پر قطعی آزادی کے بعید امکانات کو قریب تر کر دیتی ہے وہاں اپنی بنیادی کمزوریوں اور اجتماعی کوتاہیوں کی بنا پر ناکام رہ کر برطانوی حکومت کی راہ سے وہ تمام رکاوٹیں بھی دور کر دیتی ہے جو اب تک بیرونی حکومت کے آزاد قیام میں ایک حدفاصل بنی رہی تھیں۔ مغل شہنشاہیت کا سوکھا ہوا کانٹا جو انگریزی نظامِ مملکت کے جسم میں پیہم خلش کا باعث تھا۔ چند مہینوں کی فوجی مہم کے بعد دفعتاً شکستہ ہو کر خود بخود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دلّی کا آخری مغل تاجدار

جدید تاریخی تحقیق کی روشنی میں

از جناب ہدایت الرحمٰن صاحب مجنی ایم۔ اے

(۵)

سرکاری مراسلات اور برطانوی حکمرانوں کے ساتھ بہادر شاہ کی خط و کتابت، گذارشات اور اپیل دیکھنے کے بعد یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اس تمام کشاکش کا مقصود و مدعا ایک طرف تنزل پذیر مغل اقتدار کا سدِ باب تھا اور دوسری طرف خاندانِ شاہی کی آخری خواہشِ بقا۔ اس میں شک نہیں کہ عملاً کمپنی کا تسلط ملک میں مکمل ہوچکا تھا مگر روایتاً عوام اور ایک حد تک رؤسائے ہند میں مغل خاندان کا رسمی احترام باقی تھا۔ باوجود اُن تمام کمزوریوں کے جو بحیثیت بادشاہ مغل سلاطین میں سرایت کرچکی تھی اور باوصف ان سیاسی کوتاہیوں کے جو نام نہاد مغل سلطنت کے رگ و ریشہ میں سماچکی تھی، اکنافِ ملک میں ابھی تک مغل بادشاہ کو کم از کم شاہِ شطرنج کا رتبہ ضرور حاصل تھا۔ بڑی بڑی قوتوں کو اپنے ضبط و استحکام کیلئے اکثر و بیشتر اسی مہرہ سے کاغذی سند حاصل کرنی پڑتی تھی۔ اگرچہ یہ طلسم بہادر شاہ کے عہد تک بہت کچھ ٹوٹ چکا تھا مگر معلوم مغلوں کی تاریخی عظمت نے لوگوں کے دلوں میں کتنا گہرا اثر کر رکھا تھا کہ سلطنت کے پاش پاش ہوجانے اور تکمیں ابتری کا پردہ فاش ہوجاتے پر بھی عوام و خواص اس خاندان کے سیاسی بت کو خود بخود ایک مرکزی درجہ دینے پر مجبور تھے۔ اطرافِ ملک میں قوتیں آپس میں ٹکراتی تھیں۔ فتح و شکست کی بساطیں بچھتی اور اٹھتی تھیں مگر خود فاتح کو بھی اپنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

استحقاق مضبوط کرنے کیلئے "تلوار کی سند" کے بعد اسی مفلوج شہنشاہیت کی سند قبول حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ خواہ یہ سند کم سے کم قیمت پر ہی کیوں نہ خریدی جاسکتی ہو۔ غرض کچھ نہ ہونے پر بھی مغل بادشاہ کو ایک مرکزی برتری حاصل تھی۔ قلعہ دہلی کا رسمی تفوق ہنوز قائم تھا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارکنان قضاو قدر اس روایتی اقتدار کو اپنے آزاد تسلط کے قیام میں خارج نہ دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ مذکورہ بالا سرکاری مراسلات میں در پردہ یہی ایک جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ ہر مسئلہ کے حل میں یہی سیاسی مراحل جملہ اقدامات کے ماحصل معلوم ہوتے ہیں بلکہ بسا اوقات تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ خود سیاسی مسائل خاص مقاصد کے پروردہ ہیں۔

بادشاہ کو نذر گذرانے کا مسئلہ، وظیفہ شاہی میں مشروط اضافہ کی پیشکش اور ولیعہدی کے مسئلہ کا رازدارانہ اہتمام سب اسی مدافعانہ تحریک کی مختلف کڑیاں ہیں۔ اس ضمن میں حکومت کی خط و کتابت کی طویل جدوجہد کا ایک پہلو خاص طور پر قابلِ غور ہے اور وہ یہ کہ حصولِ مقصد کی رکاوٹوں پر بسہولت قابو نہ پاسکنے کی صورت میں سیاسی فضا کو معلق رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔۔

ایک طرف ظاہری رکھ رکھاؤ کی ضرورت انگریزوں کو کوئی حتمی قدم اٹھا لینے سے باز رکھتی ہے اور دوسری طرف مغل دربار کی تمام مساعی رہے سہے اقتدار کو قائم رکھنے میں ناکام دکھائی دیتی ہیں۔ اسلئے کہا جاسکتا ہے کہ ۵۷ء کی شورش نادانستہ طور پر سیاسی جمود کے زائل کرنے میں انگریزوں کے لئے ایک "مبارک" سانحہ ثابت ہوئی۔ یہ منظم مگر ناتواں تحریک جہاں سیاسی فضا میں وقتی طور پر قطعی آزادی کے بعید امکانات کو قریب تر کردیتی ہے وہاں اپنی بنیادی کمزوریوں اور اجتماعی کوتاہیوں کی بنا پر ناکام رہ کر برطانوی حکومت کی راہ سے وہ تمام رکاوٹیں بھی دور کردیتی ہے جو ابتک بیرونی حکومت کے آزاد قیام میں ایک حد فاصل بنی رہی تھیں۔ مغل شہنشاہیت کا سوکھا ہوا کانٹا جو انگریزی نظامِ مملکت کے جسم میں پیہم خلش کا باعث تھا۔ چند مہینوں کی فوجی مہم کے بعد دفعتاً شکستہ ہو کر خود بخود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دلّی کا آخری مغل تاجدار

جدید تاریخی تحقیق کی روشنی میں

از جناب ہدایت الرحمٰن صاحب مجنی ایم۔ اے

(۵)

سرکاری مراسلات اور برطانوی حکمرانوں کے ساتھ بہادر شاہ کی خط و کتابت، گذارشات اور اپیل دیکھنے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس تمام کشاکش کا مقصود و مدعا ایک طرف تنزل پذیر مغل اقتدار کا سدباب تھا اور دوسری طرف خاندانِ شاہی کی آخری خواہشِ بقا۔ اس میں شک نہیں کہ عملاً کمپنی کا تسلط ملک میں مکمل ہو چکا تھا مگر روایتاً عوام اور ایک حد تک رؤسائے ہند میں مغل خاندان کا رسمی احترام باقی تھا۔ باوجود ان تمام کمزوریوں کے جو بحیثیت بادشاہ مغل سلاطین میں سرایت کر چکی تھی! اور باوصف ان سیاسی کوتاہیوں کے جو نام نہاد مغل سلطنت کے رگ و ریشہ میں سما چکی تھی، اکنافِ ملک میں ابھی تک مغل بادشاہ کو کم از کم شاہِ شطرنج کا رتبہ ضرور حاصل تھا۔ بڑی بڑی قوتوں کو اپنے ضبط و استحکام کیلئے اکثر و بیشتر اسی مہرہ سے کاغذی سند حاصل کرنی پڑتی تھی۔ اگرچہ یہ طلسم بہادر شاہ کے عہد تک بہت کچھ توڑا جا چکا تھا مگر نامعلوم مغلوں کی تاریخی عظمت نے لوگوں کے دلوں میں کتنا گہرا اثر کر رکھا تھا کہ سلطنت کے پاش پاش ہو جانے اور تکمیں ابتری کا پردہ فاش ہو جانے پر بھی عوام و خواص اس خاندان کے سیاسی بت کو خود بخود ایک مرکزی درجہ دینے پر مجبور تھے۔ اطرافِ ملک میں قوتیں آپس میں ٹکراتی تھیں۔ فتح و شکست کی بساطیں بچھتی اور اٹھتی تھیں مگر خود فاتح کو بھی اپنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تہذیب۔ اور کلچرل خصوصیات کو دانستہ طور پر صدمہ پہنچایا جارہا ہے۔ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کو یہ خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ تعلیم و تمدن کی اصلاحات کے ذریعہ ہندوستان کی اصلی معاشرت اور ہندو مت کے اعلیٰ قوانین کی بیخ کنی مراد ہے۔ بنگال کے سپاہی دوسرے اطراف ملک کے باشندوں کے مقابلہ میں اپنے تئیں زیادہ افضل سمجھتے تھے۔ ان کا عام خیال تھا کہ پنجاب کی فتح اور سارے ہندوستان پر حکمرانی کا راز اُن کے زور بازو میں مخفی ہے۔ اور وہ از سرِ نو ملک کی قسمت بدل ڈالنے پر قادر ہیں۔ بنگالیوں کے یہ خیالات پھیلنا شروع ہوئے اور رفتہ رفتہ اس تحریک نے حریت کا یہ جذبہ اُن تخت و تاج سے محروم شدہ رؤسا اور ان کے خویش و اقارب کے دماغوں میں راسخ کردیا جو گمنامی اور کس مپرسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوچکے تھے۔ کریمیا کی جنگ سے متعلق واقعات عوام و خواص کے علم میں آچکے تھے۔ اور یہ عقیدہ مضبوط ہوچلا تھا کہ روس کی انگریز دشمنی سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے چنانچہ ملک کو بیرونی اثرات سے آزاد کرانے اور از سرِ نو طاقت حاصل کرنے کا جذبہ کچھ خاص طبقوں میں سازش کی شکل اختیار کررہا تھا۔

ایک طرف تو بے اطمینانی اور بے چینی کا یہ عالم تھا دوسری طرف کمپنی کی حکومت ہندوستانیوں کو اپنا بنانے میں بہت کوتاہ دستی سے کام لے رہی تھی۔ تعلیم یافتہ اور باصلاحیت ہندوستانیوں کے لئے اعلیٰ عہدوں کے حاصل کرنے میں طرح طرح کی بندشیں اور دشواریاں حائل تھیں۔ بہتر سے بہتر دماغ کا مالک ہندوستانی بھی حکومت کے ذمہ دار عہدوں کا اہل نہ سمجھا جاتا تھا۔ چھوٹی ملازمتوں میں زیادہ تر ہندوستانی تھے۔ وہ خود اور ان کے خویش و اقارب ترقی کے خواہشمند تھے جو قطعی مفقود تھی۔ سرکاری ملازمت کے معراجی عہدے صرف مٹھی بھر انگریزوں کیلئے وقف تھے۔ غدر سے کچھ عرصہ پہلے سرہنری لارنس نے بھی کمپنی کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی تھی کہ فوج میں دیسی سپاہی کیلئے ترقی کا ایسا کوئی زینہ موجود نہیں جو اسے مطمئن رکھ سکے اور لائق لوگوں کے لئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گر پڑتا ہے اور مدبرین سیاست کو انگشت و ناخن کی اس معمولی سی کاوش کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی جس میں وہ سالہا سال سے سرگرداں نظر آتے تھے۔

ابتداءً کمپنی بہادر کے ارباب حل و عقد اپنی فوجوں اور ملکی طاقتوں کے سینہ سپر ہو جانے سے کسیقدر سراسیمہ ہوئے ہوں مگر اس میں ذرا شک نہیں کہ آخر کار ۱۸۵۷ء کی تحریکِ آزادی کے یہی سر بفلک شعلے جو برطانوی اثرات کو پھونکنے کیلئے بلند کئے گئے تھے دورِ غلامی کی زیادہ وسیع اور زیادہ مستحکم بنیادوں کیلئے خاکستر کا حکم رکھتے ہیں۔

۱۸۵۷ء کی منظم بدامنی کے اسباب و علل تاریخ میں خواہ کتنے ہی غیر اہم کر کے دکھائے جائیں مگر یہ واقعہ ہے کہ محض چربی دار کارتوسوں کی وجہ سے فوجوں میں بغاوت پھیلنے کا افسانہ فوری محرک سہی، اسے اہلِ ملک کی جہدِ عظیم کا حقیقی پس منظر سمجھنا سراسر غلط ہے۔ اکثر مغربی مورخین کے نقطۂ نگاہ سے بھی تمام ملک میں یک بارگی بے چینی کا پیدا ہو جانا اور ہمہ گیر بدامنی کے شعلوں کا بھڑک اُٹھنا زیادہ وسیع اور اہم تاثرات کا نتیجہ تھا۔ دراصل یہ مسلمہ امر ہے کہ عریض و بسیط مملکتِ ہند میں بیرونی حکمراں قوم کی جارحانہ پالیسی سے ملک کا گوشہ گوشہ متاثر تھا۔ لارڈ ڈلہاؤزی کے اصولِ الحاق نے نہ صرف تخت و تاج سے برطرف کی ہوئی جماعتوں کو مخالفت پر کمربستہ کر دیا تھا بلکہ مقامی سلطنتوں کی پائمالی سے عوام کے دل و دماغ بھی زخم خوردگی کے زہریلے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکتے تھے۔ چھوٹی اور بڑی ریاستوں کے حکمراں جو ابھی تک زد سے بچے ہوئے تھے اپنے مستقبل کو یکساں خطرہ کا نشانہ سمجھتے تھے۔ پھر رسل و رسائل کی تبدیلیاں، بھاپ کے انجن اور خبر رسانی کے تار وغیرہ عوام میں طرح طرح کے توہمات کا باعث بنے ہوئے تھے۔ ان مغربی ترقیوں کو دیکھکر اس قدر جذبہ تو سمجھدار لوگوں میں بھی ضرور پیدا ہو رہا تھا کہ ان خوش آئند تغیرات کے ذریعہ ملک کو بیرونی اثرات کے دائمی جال میں جکڑا جا رہا ہے۔ انگریزی طریقۂ تعلیم کی اشاعت سے ہندوستان کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افسروں کی توہین پر کمربستہ ہوگئے۔ فوجی تنظیم خاک میں مل گئی۔

کارتوسوں کے استعمال سے انکار کرکے۔ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو اتوار کے دن تیسرے پہر کے قریب میرٹھ کی فوجوں نے علم بغاوت بلند کیا۔ جیلوں کو توڑ ڈالا۔ اور قیدیوں کو آزاد کرکے دیوانہ وار چھاؤنی پر ٹوٹ پڑے۔ ہر جگہ یورپین افسروں اور ان کے خاندان کو تہ تیغ کرکے دل کا بخار نکالنے لگے تاہم اس ہماہمی میں انگریز افسروں کی زیادہ تعداد ان کے ہاتھ نہ آئی۔ اس کے بعد فوجیوں نے دہلی کا رُخ کیا تاکہ وہاں پردیسی دستوں کو بغاوت پر آمادہ کریں۔ اور مقامی طور پر دہلی کے باشندوں کو معاون و مددگار بنا سکیں اور مغل بادشاہ کے زیر سایہ دہلی کو خود مختاری کی تحریک کا مرکز مقرر کریں اگرچہ فوجی اعتبار سے میرٹھ کو شمالی ہندوستان کی سب سے بڑی چھاؤنی کا درجہ حاصل تھا اور یہاں یوروپین افسران اور گورے سپاہیوں کی بھی کمی نہ تھی مگر غیظ و غضب کے امنڈتے ہوئے دریا کے سامنے آنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ بغاوت کی خبر بذریعہ تار دہلی بھیج دی گئی۔ اس سے زیادہ کچھ بن نہ پڑا۔

دوسرے روز علی الصباح دہلی میں بھی بدامنی کے شعلے بھڑک اٹھے۔ یہاں معدودے چند انگریز افسران کیا کرسکتے تھے۔ پھر بھی انھوں نے اتنا ضرور کیا کہ میگزین میں آگ لگادی تاکہ سامانِ حرب باغیوں کے ہاتھ نہ پڑسکے۔

بغاوت کے شعلے تیزی کے ساتھ بڑھے اور دیکھتے ہی دیکھتے شمالی مغربی صوبجات، اودھ اور جنوبی بنگال میں بھی قتل و غارت کا بازار گرم ہوگیا۔ ہر ایک جگہ آغاز بغاوت کی داستان تقریباً یکساں ہے۔ جس شہر میں بھی چند باغی سپاہی پہنچے، انھوں نے انگریزوں کو تہ تیغ کرکے آزادی حاصل کرنے کی داستانیں سنائیں اور سب امیر و غریب ان کے ساتھ ہوگئے۔ جگہ جگہ سپاہیوں نے اپنے افسروں کو نشانہ بنانا شروع کردیا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وفاداری کا اظہار کرکے پہلے انگریز افسروں کو مطمئن کردیا جاتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منتہائے نظر بن سکے۔ صاحب موصوف نے اس کوتاہ اندیشانہ طریقۂ کار سے ناخوشگوار نتائج برآمد ہونیکی پیشین گوئی بھی کی تھی۔ لیکن طاقت کے زعم میں نامصلحت اندیش افسران نے اس پر بھی کوئی توجہ نہ دی۔

اس طرح کے دل شکن واقعات ملکی زندگی کے ہر شعبہ میں خواص اور عوام کو متاثر کیے ہوئے تھے اور روز بروز زیادہ سے زیادہ بددلی کے محرک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فوجوں کی بغاوت کا ادنیٰ سا اشارہ پاکر آناً فاناً میں سارے ہندوستان سے خونین شورش اور عام بدامنی کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ اکثر روٴسائے ملک اور خصوصاً ایسے عمائدنے جو کمپنی کی بے مہری کا کسی نہ کسی طرح نشانہ بن چکے تھے اپنے نقصانات کی تلافی اور کھوئے ہوئے اقتدار کے حصول کیلئے اس موقع کو آسمانی اعانت کا درجہ دیا اور ہتھیار سنبھال کر میدان میں کود پڑے۔

فوجوں کی بغاوت ابتداءً کوئی اہم معرکہ نہ تھا۔ اس سے پہلے بھی چند موقعوں پر دیسی فوجیں واجبی شکایات پر اپنے آقاؤں کے سامنے سینہ سپر ہو چکی تھیں اور یہ تحریکیں شہرتِ عامہ حاصل ہونے سے پہلے ہی خاموشی سے کچلی جا چکی تھیں۔ اگر ملک کے پسِ پردہ حالات اس قدر خراب نہ ہوتے تو یقیناً فوجوں کا یہ فساد بھی تاریخ ہند میں نمایاں جگہ پانے کے لائق نہ ہوتا۔ اصل واقعہ صرف اسقدر تھا کہ ہندوستانی فوجوں میں نامعلوم طور پر یہ افواہ پھیل گئی کہ بنگال رجمنٹس کو استعمال کیلئے جو کارتوس دیئے گئے ہیں وہ گائے اور سور کی چربی سے بنائے گئے ہیں۔ گائے ہندوؤں کا مقدس جانور اور سور ہندو مسلمانوں کے لئے حرام اور گندی چیز ہے۔ یہ بات صحیح تھی یا غلط مگر اس افواہ کے ردِ عمل کی بہت کوششیں کی گئیں۔ عام شہرت کی تردید کی گئی۔ کارتوس بدل دیئے گئے۔ لیکن سپاہیوں کے دلوں میں بے اعتمادی کا جو جذبہ پیدا ہو چکا تھا اس کے سامنے ایک نہ چلی۔ فوج میں بے اطمینانی اور غیظ و غضب کی آگ سلگتی رہی۔ حتیٰ کہ فوجی چھاؤنیوں میں آگ لگائی جانے لگی۔ سپاہی کھلم کھلا اپنے انگریز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی مجموعی تعداد بھی آٹھ ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ دہلی میں ہندوستانی فوج تیس ہزار سے زائد تھی۔

اگست کے وسط میں نکلسن پنجابیوں کی فوج لیکر پہنچا۔ ۱۴ ستمبر کو صحیح طور پر حملہ شروع ہوا اب کہاں تھا انگریزوں کے پاس سامان کی فراوانی تھی۔ آدمیوں کی بھی کمی نہ رہی۔ ہوا کا رُخ پلٹا۔ شہر میں چھ دن کی گھمسان لڑائی۔ لوٹ مار۔ اور قتل و غارت کے بعد دہلی پر انگریزوں کا تسلط ہوگیا۔

لکھنؤ میں سرہنری لارنس چیف کمشنر اودھ نے سفارت خانہ میں مدافعت کا انتظام کر لیا تھا مگر باغیوں کے سامنے انگریزی فوج کی ایک نہ چل سکی۔ لارنس توپ کا نشانہ بنا۔ سخت قسم کی شکست خوردگی کے بعد باقیماندہ انگریز افسر اور فوج برابر ہلاکت کے گرداب میں پھنسی رہی یہاں تک کہ ہیولاک اور آٹرم ستمبر میں اور سر کاکن کیمبل نومبر میں باغیوں کی صفوں کو چیر کر لکھنؤ پہنچے۔ اور ان سب کو فوجی محاصرہ سے آزاد کرا لیا۔

اودھ کی بیگم اور وہاں کی تمام آبادی، بریلی کا نواب اور روہیلکھنڈ کا بچہ بچہ و نیز نانا صاحب مرہٹہ اس جنگ میں از اول تا آخر شریک رہے۔ ہندوستان کے اس حصہ میں یہ تحریک محض سپاہ کی بےچینی اور بدامنی تک محدود نہ تھی بلکہ خواص اور عوام سب ہی اس جنگ کو تحریک حریت کا درجہ دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فتح دہلی کے ایک سال بعد تک بھی یہاں کے حالات پر صحیح طور پر قابو نہ پایا جا سکا

وسطی ہند میں سرہگ روز نے بغاوت کی آگ بجھانے کی سر توڑ کوشش کی۔ اس کے مقابل بڑی بڑی طاقتیں تھیں۔ جن میں تخت و تاج سے معزول کی ہوئی جھانسی کی رانی اور تانتیا ٹوپی جو ایک مسلمہ جنرل تھا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جھانسی کی رانی اپنی افواج کی قیادت کرتی ہوئی جون ۱۸۵۸ء میں قتل ہوئی۔ تانتیا ٹوپی کافی عرصہ تک تنِ تنہا اپنی افواج کو ادھر سے اُدھر لئے پھرا مگر آخر کار اپریل ۱۸۵۹ء میں زیر کر لیا گیا اور اس طرح پر ہندوستانیوں کی یہ شورش جسے اندرونِ ملک کی بغاوت کہئے یا آزادی کی آخری کوشش، جملہ امکانات کے ساتھ حتماً ختم کر دی گئی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور موقع پانے پر یہی سپاہ ان پر ٹوٹ پڑتیں۔ جیلیں توڑ دیجاتیں اور خزانے لوٹ لئے جاتے۔ ہر شہر کے گروہ کے گروہ اس قسم کی ابتدائی کارروائیوں کے بعد اپنے قریبی مرکزِ بغاوت پر پہنچ جاتے تھے تاکہ "قومی جنگ" میں حصہ لیں۔

پنجاب کی وفاداری کا دامن بغاوت کے داغ سے پاک رہا۔ سکھ آبادی گرم جوشی کے ساتھ انگریزوں کی اطاعت کا دم بھرتی رہی۔ پنجابی مسلمان جوق در جوق حکومتِ برطانیہ کی فوجی خدمات انجام دینے کیلئے اپنے تئیں پیش کرنے لگے۔ چنانچہ دہلی کے محاصرہ میں بھی ہندوستانی فوج کی نمائندگی کرتے ہوئے پنجاب نے نمایاں کارنامے کئے۔ اس اطاعت اور وفاداری سے جنوبی پنجاب کا کچھ حصہ محروم رہا۔ یہاں کے سپاہی بغاوت کر کے اطراف ملک میں پھیل گئے۔ بمبئی اور مدراس کی دیسی فوجیں بھی وفاداری کے راستہ سے منحرف نہیں ہوئیں۔

وسطی ہند کے بیشتر عمائد اور با اقتدار رؤسا یکے بعد دیگرے سب علم بغاوت کے نیچے جمع ہو گئے اور انھوں نے اپنے فوجی دستے مرکزی باغیوں کی اعانت کیلئے روانہ کرنے شروع کر دیئے۔ رفتہ رفتہ جنگ کا محاذ کانپور، لکھنؤ اور دہلی ہو گیا۔ کانپور میں ہندوستانی افواج کی ایک بڑی تعداد جمع تھی۔ کانپور کے قریب بٹھور کے مقام پر آخری پیشوا کے جانشین ڈنڈو پنتھ المعروف بہ نانا صاحب نے بغاوت کی کمان اپنے ہاتھ میں لیلی۔ بغاوت کے شروع میں نانا صاحب بظاہر انگریزوں سے وفاداری کا اظہار کرتے رہے۔ لیکن بعد میں کھلم کھلا باغیوں کے سرگروہ بن گئے اور مرہٹوں کے خود مختار پیشوا ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس نے کانپور کے تمام انگریزوں کا محاصرہ کر لیا اور ان کو بھاگ نکلنے کے لئے موقعہ دیا۔ جب وہ گنگا میں کشتیوں پر سوار ہو گئے تو سب کو توپوں کا نشانہ بنا دیا گیا۔

بغاوت شروع ہونے کے ایک ماہ بعد ۸ رجون کو انگریزی فوجوں نے دہلی کا محاصرہ کیا پہلے پہلے محاصرہ برائے نام رہا۔ کیونکہ برطانوی فوج کشمیری دروازہ کی پہاڑی پر پڑی تھی۔ اور فوج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۔ یہ کہ ۱۰ مئی اور یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء کے درمیان ملزم نے اپنے بیٹے مرزا مغل کو جو حکومتِ ہند کی رعایا تھا۔ اور دوسرے نامعلوم باشندگانِ دہلی اور دیگر اکناف ملک کے لوگوں کو جو حکومتِ ہند کی رعایا تھے سلطنتِ برطانیہ کے خلاف ہتھیار اٹھانے میں مدد بہم پہنچائی اور ان کے ساتھ بغاوت کی سازش کی۔

۳۔ یہ کہ حکومت برطانیہ کی رعایا ہونے کے باوجود ملزم نے حکومت کی وفاشعاری کو برقرار نہیں رکھا جو اس کا فرض تھا بلکہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو یا اس کے قریب کسی تاریخ کو دہلی میں اپنے بادشاہِ ہندوستان ہونے کا اعلان کیا اور شہر دہلی پر ناجائز طور پر قبضہ کرلیا۔ اور ۱۰ مئی سے یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء تک اپنے بیٹے مرزا مغل اور توپخانہ کے صوبہ دار محمد بخت خاں کے ساتھ سازش کر کے علم بغاوت بلند کئے رکھا۔ اور برطانیہ عظمیٰ کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔ حکومت برطانیہ کا تختہ اُلٹ دینے کے ارادہ سے مسلح سپاہیوں کو مقابلہ کے لئے دہلی میں جمع کیا اور انھیں مذکورہ بالا حکومت سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔

۴۔ یہ کہ ۱۶ مئی ۱۸۵۷ء یا اس کے قریب کسی تاریخ کو دہلی کے قلعہ میں ۴۹ انگریزوں کو جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے قتل کرایا۔ اور قتل کرانے میں بذاتِ خود حصہ لیا۔ ۱۰ مئی اور یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء کے درمیان انگریز افسران اور برطانوی رعایا کے قتل کرنے میں مدد بہم پہنچائی اور قاتلوں سے ملازمت، ترقی اور عہدے دینے کے وعدے کئے۔ مزید براں ملزم نے بہت سے والیانِ ریاست کے نام اس مضمون کے احکامات لکھے کہ وہ اپنی حدود میں جہاں کہیں ہمسایوں اور انگریزوں کو پائیں فوراً مار ڈالیں۔

بموجب ایکٹ ۱۶ ۱۸۵۷ء اس نوع کا طرز عمل بہت سنگین جرم ہے۔

دستخط فریڈ جے۔ ہیریٹ میجر

ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل و وکیل سرکار۔ دہلی۔ جنوری ۱۸۵۸ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہندوستانی افواج کی ہزیمت کی اطلاعات پر مغل عظمت کی آخری یادگار بہادر شاہ قلعہ کو چھوڑ کر جان بچانے کیلئے نکل کھڑا ہوا۔ اور فتح دہلی کے دوسرے روز ہڈسن نے کچھ گھر کے بھیدیوں کی اطلاع پر اُسے ہمایوں کے مقبرہ سے گرفتار کرلیا۔ مغل شاہزادے بھی پوشیدہ مقامات سے باہر نکال لیئے گئے۔ شاہزادوں کو ہڈسن نے اپنے ہاتھ سے گولی کا نشانہ بنایا اور بادشاہ پر بغاوت اور انگریزوں کے قتل کے الزام میں مقدمہ چلانا تجویز ہوا۔

بادشاہ کے مقدمہ کی کارروائی قلعہ دہلی کے دیوانِ خاص میں ۲۷ جنوری ۱۸۵۸ء کو ایک فوجی کمیشن کے سامنے شروع ہوئی۔ شاہجہان کے تعمیر کردہ لال قلعہ میں جہاں پشت در پشت سینکڑوں سال تک مغلوں کی سطوت اور حشمت کے مناظر لاکھوں آنکھوں کو خیرہ کرچکے تھے اور جہاں خود ابوظفر محمد بہادر شاہ بھی پہلے شاہزادگی اور پھر نام نہاد شہنشاہیت کے دلپذیر و دلپسند ایام مسرت گذار چکا تھا اسدن ایک غدار و سفاک مجرم اور قیدی کی حیثیت سے کٹہرے میں لاکر کھڑا کیا گیا۔ انعقاد اجلاس اور لفٹنٹ کرنل ڈاس کو کمیشن کا صدر مقرر کرنے کے احکام پیش ہوئے اور پڑھے گئے کمیشن کے دیگر افسران متعینہ کے نام بھی ملزم کو پڑھکر سنائے گئے۔ اور پوچھا گیا کہ آیا ملزم کو مقررہ کمیشن کے مقدمہ کی سماعت کرنے پر کوئی اعتراض ہے ملزم نے جواب دیا مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل فردِ جرم لگائی گئی :-

فرد قرار داد جرم

۱۔ یہ کہ گورنمنٹ ہند کا وظیفہ خوار ہونے کے باوجود ملزم ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ نے ۱۰ ارمئی اور یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء کے درمیان وقتاً فوقتاً محمد بخت خاں صوبہ دار توپخانہ، بہت سے دوسرے لوگوں، ہندوستانی افسروں اور سپاہیوں کو جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج میں ملازم تھے۔ بغاوت کرنے اور غدر برپا کرنے کی ترغیب دلائی اور ان کو امداد بہم پہنچائی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو قتل کر آئے ہیں کیونکہ ان کو گائے اور سور کی چربی سے بنے ہوئے کارتوسوں کو دانتوں سے کاٹنے کا حکم دیا گیا تھا۔ جو ہندو اور مسلمانوں کے مذاہب کے عین منافی ہے۔ میں نے یہ سنکر قلعہ کے دروازے بند کرادیئے۔ اور قلعہ دار[1] کے پاس ہدایات بھیجدیں تاکہ وہ خبردار رہے۔ خبر پاتے ہی وہ خود میرے پاس آپہنچا۔ اور جہاں باغی جمع تھے جانا چاہا۔ دروازہ کھولدینے کی درخواست پر میں نے اسے اس ارادہ سے باز رکھا لیکن اس کے اصرار پر دروازہ کھولدیا گیا اور اس نے اوپر جاکر برآمدہ میں سے سپاہیوں سے بات چیت کی۔ جس کے بعد باغی چلے گئے۔ پھر میرے پاس سے قلعہ دار یہ کہکر چلا گیا کہ وہ ہنگامہ کو روکنے کا بندوبست کرے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسٹر فریزر ایجنٹ سرکار نے دو توپوں کی اور قلعہ دار نے دو پالکیوں کی درخواست کی اور کہا کہ ان کے پاس دو انگریز خواتین ٹھیری ہوئی ہیں وہ ان کو محلسرا میں بھیجنا چاہتے ہیں۔ میں نے پالکیوں اور توپوں کے بھیجنے کا حکم دیا۔ فوراً بعد ہی میں نے سنا کہ پالکیاں اور توپیں ابھی پہنچنے بھی نہ پائی تھیں کہ مسٹر فریزر۔ قلعہ دار اور دو خواتین سب ہلاک کردیئے گئے۔ اس اطلاع کو زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ باغی سپاہ دیوانِ خاص میں گھس آئی۔ آناً فاناً میں سپاہ قلعہ میں پھیل گئی۔ عبادت خانہ میں بھی سپاہی گھس آئے اور چاروں طرف سے میرا محاصرہ کرلیا گیا۔ میں نے ایسا کرنے کی وجہ دریافت کی اور ان سے چلے جانے کو کہا۔ مگر انھوں نے بڑی برافروختگی سے مجھے خاموش کھڑے رہنے کا حکم دیا اور کہا کہ جب وہ اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال چکے ہیں تو کسی ضروری اقدام سے باز نہ رہیں گے۔

میں اپنے آپ کو چاروں مجبور پاکر جان کے خوف سے خاموش ہوگیا اور چپ چاپ اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ شام کے وقت یہ بدطینت لوگ میگزین سے چند انگریز مردوں اور عورتوں کو گرفتار کرکے لائے اور ان کے قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ میں نے سمجھا بجھا کر اسوقت انھیں اقدامِ قتل سے

[1] انگریز افسر کپتان ڈگلس۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہادر شاہ کے مقدمہ کی کارروائی جو سرکاری طور پر چھپ چکی ہے بہت جاذب توجہ ہے لیکن افسوس ہے کہ زیر نظر مقالہ میں اس کی تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ اجمالاً یہ بتلانا ضروری ہے کہ بہادر شاہ کے خلاف جسقدر شہادتیں جمع کی گئی ہیں۔ اُن کا لب لباب یہ ہے کہ بہادر شاہ اور مسلمان بحیثیت قوم اور ان کے مذہب کی خصوصیات ہی فتنۂ غدر کے باعث تھے۔ سرکاری وکیل نے بھی اپنی طویل تقریر میں اسی بات پر زور دیا ہے۔ مقدمہ میں ثبوت کی شہادت کے لئے زیادہ تر چھوٹے درجہ کے لوگ پیش کئے گئے جو انگریزوں کے ملازمین تھے۔ مقتدر لوگوں میں گواہانِ استغاثہ کی حیثیت سے صرف غلام عباس بہادر شاہ کا مشیر قانون حکیم احسن اللہ خاں شاہی طبیب، کپتان فارسٹ۔ سر میٹکاف۔ مسٹر سانڈرس۔ مکندلال سابق سکرٹری بہادر شاہ قابل ذکر ہیں۔ گواہوں کے بیانات سے وکیل سرکار نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ پیرزادے حسن عسکری نے غیبی اشارات سے کامیابی کی بشارت دے دیکر بہادر شاہ کو غدر اور انقلاب کرنے پر آمادہ کیا تھا اور بیرونی امداد حاصل کرنے کی منظم سازش کی گئی تھی نیز یہ کہ شیدی قنبر حبشی کو پیرزادے حسن عسکری کے ایما کے مطابق ایران اور ٹرکی روانہ کیا گیا تاکہ وہاں سے اسلام کے نام پر امداد حاصل کی جائے۔ اسی دوران میں فوجی بغاوت کی وجہ سے موقع ملنے پر اعلانِ حکمرانی کرکے لوگوں کو بغاوت کی ترغیب دلائی اور قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔

بہادر شاہ نے الزامات کے ماننے سے انکار کیا اور ایک مختصر مگر مدلل تحریری بیان اپنی صفائی میں پیش کیا۔ اس کے ضروری اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

بہادر شاہ سابق بادشاہِ دہلی کا تحریری بیان

واقعہ یہ ہے کہ مجھے غدر کا پہلے سے علم نہ تھا۔ اُس دن آٹھ بجے کے قریب باغی سواروں نے قلعہ پہنچکر محل کی کھڑکیوں کے نیچے شور و غل مچانا شروع کیا۔ انھوں نے بتلایا کہ وہ میرٹھ میں انگریزوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس طرح کہ اب ہوں۔ وہ ضروری کاغذات میرے پاس لاتے اور مجھے مہر ثبت کرنے پر مجبور کرتے۔ بسا اوقات احکام کے مسودے لکھ کر لاتے اور میرے سکرٹری سے ان کو صاف کراتے کبھی اصلی کاغذات لاتے اور ان کی نقلیں دفتر میں رکھدیتے۔ اسلئے بہت سے خطوط اور مختلف تحریریں میرے خلاف روئداد میں جمع ہوگئی ہیں۔ بارہا انھوں نے خالی لفافوں پر بھی مُہر ثبت کرالی ہے۔ یہ بھی معلوم ہونا دشوار تھا کہ ان میں انھوں نے کون سے کاغذات بھیجے اور کہاں بھیجے . . . . مجھے سنانے کے لئے وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ جو کوئی بھی ان کی ہدایات کی تعمیل نہ کرے گا حسب ضرورت سزا کا مستوجب ہوگا۔

علاوہ ازیں میرے ملازموں پر یہ الزام تھا کہ وہ انگریزوں کے پاس خط بھیجتے ہیں اور ان سے سازش کر رہے ہیں۔ خاص طور پر حکیم احسن اللہ خاں۔ محبوب علیخاں اور ملکۂ زینت محل پر سازش کا الزام لگایا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ اگر اب کی تحقیق ہوگی تو ہم ان کو مار ڈالیں گے۔ چنانچہ ایک روز حکیم احسن اللہ خاں کا مکان لوٹ لیا۔ اور ان کو قتل کرنے کیلئے حراست میں لے لیا تھا۔ میری منت وسماجت سے بدشواری وہ اپنے اس ارادہ سے باز رہے۔ لیکن حکیم صاحب کو اپنی حراست میں رکھا اس کے بعد میرے دوسرے ملازمین کو بھی گرفتار کرلیا۔ اور یہ بھی دھمکی دی کہ مجھے معزول کر کے مرزا مغل کو بادشاہ بنائیں گے۔

اس صورت میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ میرے پاس ایسی کونسی طاقت تھی کہ میں باغی سپاہ کی مرضی کے خلاف کوئی راہِ عمل اختیار کرسکتا۔ افسرانِ فوج اس حد تک غالب آچکے تھے کہ ملکۂ زینت محل کو اپنی حراست میں لینے کا مطالبہ کرتے تھے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ملکہ کی انگریزوں سے سازش ہے۔ باقی سپاہ نے اپنی ایک عدالت قائم کی تھی جہاں تمام معاملات طے ہوتے تھے۔ ان کے فیصلہ پر جنگی کونسل عمل کرتی تھی۔ میں نے کبھی ان کی مجلس میں شرکت نہیں کی۔ انھوں نے میری مرضی اور حکم کے خلاف صرف ملازمین ہی کو نہیں بلکہ محلوں کو بھی لوٹنے کے حکم دیئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باز رکھا۔ مگر باغی سپاہیوں نے ان کو اپنی ہی حراست میں رکھا۔ اس کے بعد دو موقعوں پر انھوں نے انگریزوں کے قتل کا فیصلہ کیا۔ مگر میری منت سماجت پر اس فعل سے باز رہے۔ آخری بار پھر میں نے ان کو اس قصد سے روکنے کی حتی المقدور کوشش کی مگر انھوں نے میری ایک بات نہ مانی اور ان بیچارے مظلوموں کو قتل کرنے کیلئے باہر لے گئے میں نے قتل کا آخری وقت تک حکم نہیں دیا۔ مرزا مغل۔ مرزا خیر سلطان اور مرزا ابوبکر اور میرا ایک خاص مصاحب بسنت سپاہ سے سازش کر چکے تھے۔ شاید انھوں نے قتل کی اجازت میں میرا نام لے دیا ہو۔ مگر مجھے یہ بھی علم نہیں ہے کہ انھوں نے کیا کہا پھر مجھے بالیقین یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ آیا میرے خاص مصاحبین میرے حکم سے سرتابی کرکے انگریزوں کے قتل میں شریک ہوئے۔ اگر انھوں نے ایسا کیا ہے تو ممکن ہے کہ وہ مرزا مغل سے مرعوب ہوکر گذرے ہوں بعض گواہوں نے بیان کیا ہے کہ مسٹر فرزیزار اور قلعہ دار کے قتل میں میرے ملازمین خاص شریک تھے۔ اس سلسلہ میں بھی میرا وہی جواب ہے یعنی میں نے حکم نہیں دیا۔ انھوں نے ایسا کیا تو محض اپنی مرضی سے۔ مجھے اس کا قطعی علم نہیں ہے اور نہ یہ بات میرے علم میں لائی گئی۔

خدا کو حاضر و ناظر جان کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے مسٹر فرزیر یا اور کسی انگریز کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ مکند لال اور دیگر گواہوں کا یہ بیان کہ یہ سب کچھ میرے حکم سے ہوا سراسر غلط ہے۔ اس کے بعد فوجیں مرزا مغل مرزا خیر سلطان اور مرزا ابوبکر کو میرے سامنے لائیں اور ان کو اپنا افسر بنانے کا خیال ظاہر کیا۔ میں نے ان کی درخواست رد کردی۔ جس پر سپاہیوں نے ضد کی اور دھمکیاں دیں و نیز مرزا مغل غصہ ہوکر اپنی ماں کے مکان پر چلا گیا۔ تو میں سپاہیوں کے خوف سے خاموش ہوگیا۔ طرفین کی رضامندی سے مرزا مغل سپہ سالار اعلیٰ مقرر ہوا۔

میری طرف منسوب کئے ہوئے احکامات کی حقیقت جن پر میری مہریں اور دستخط ثبت ہیں صرف اسقدر ہے کہ جس روز سے سپاہی آئے۔ انگریز افسروں کو قتل کیا اور مجھے قید کردیا۔ میں ان کا قیدی تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہادر شاہ کے دستخطی بیان کے بعد جج ایڈوکیٹ نے طویل تقریر میں شہادتوں کے اُن نازک مواقع کو نظر انداز کرتے ہوئے جن سے بادشاہ کی مجبوری اور بے بسی کا اظہار ہوتا تھا جملہ الزامات کی پرزور الفاظ میں تصدیق کی اور ۹ مارچ ۱۸۵۸ء کو کمیشن نے متفقہ طور پر ملزم بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی کو تمام جرائم کا مجرم قرار دیدیا۔ چونکہ کمیشن کا کام سزا تجویز کرنا نہ تھا۔ اس لئے اس مقدمہ کی کارروائی کی سند پر بادشاہ کی نظربندی کے احکامات حکومتِ ہند نے بعد میں جاری کئے۔ اس سلسلہ میں ذیل کے مراسلات قابلِ غور ہیں۔

مراسلہ منجانب گورنر جنرل و مجلسِ مشاورت بنام مجلس ڈائرکٹران مورخہ ۱۵ جون ۱۸۵۹ء

(سابق بادشاہ دہلی اور ان کے خاندان کو الٰہ آباد منتقل کرنے کے بارہ میں)

۱۔ ہم محمد بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی، بیگم زینت محل، شاہزادگان اور ان کے دیگر متعلقین کے الٰہ آباد روانہ کرنے کے بارہ میں خط وکتابت روانہ کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

۲۔ محمد بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی، بیگم زینت محل۔ ان کے دو شہزادے جواں بخت اور شاہ عباس ۱۳ ماہ رواں کو مع پچیس متعلقین کے حراست میں الٰہ آباد لائے گئے۔

۳۔ ہماری رائے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ مذکورہ بالا تمام قیدیوں کو شاہی قیدی تصور کیا جائے۔ غدر کے سلسلہ میں بہادر شاہ کی سازش کے متعلق جو مصدقہ شہادت موجود ہے اس کے علاوہ یہاں کے واقعات اور ہماری حکمت عملی کا یہی تقاضا ہے کہ محمد بہادر شاہ، زینت محل اور دونوں شہزادوں کو شاہی اسیر کی حیثیت سے ہندوستان سے باہر نظر بند کیا جائے۔ اسی بنا پر ۱۸۱۸ء دفعہ ۳ کے ماتحت ہم نے لفٹنٹ اومانی کو وارنٹ دیدیئے ہیں کہ وہ ان لوگوں کو حراست میں لیکر جائے مقصود پر پہنچا دے۔

۴۔ ہمارے مراسلہ ۶۶ مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۸۵۷ء میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ حکومت ہند کی تجویز کے مطابق محمد بہادر شاہ کو کفر یا کے مقام پر نظر بند کر دیا جائے۔ اس بنا پر خفیہ کمیٹی مجلس ڈائرکٹران سے درخواست

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ان واقعات سے مجھے اتنی مایوسی ہوئی تھی کہ میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا اور میں نے بادشاہی کی قید سے بچنے اور سکونِ خاطر حاصل کرنے کیلئے فقیری اختیار کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ گیروے رنگ کی صوفیانہ پوشاک پہننی شروع کر دی تھی اور میرا مصمم ارادہ تھا کہ قطب صاحب کی درگاہ میں پہنچ جاؤں۔ اور وہاں سے اجمیر شریف ہوتا ہوا مکہ معظمہ چلا جاؤں۔ لیکن فوج نے مجھے اس کی بھی اجازت نہیں دی۔

حبشی قنبر کا صحیح واقعہ یہ ہے کہ اُس نے مجھ سے مکہ شریف بغرض حج جانے کی رخصت لی تھی۔ میں نے اس کو ایران نہیں بھیجا۔ نہ میں نے شاہِ ایران کو خط بھیجا۔ یہ قصہ صریحاً غلط مشہور کیا گیا ہے۔

باغی فوجوں کو میرے ادنیٰ احترام کا بھی خیال نہ تھا۔ انھوں نے مجھے کبھی سلام نہیں کیا وہ دیوانِ خاص اور دیوانِ عام میں بے دھڑک جوتیاں پہنے ہوئے چلے آتے تھے۔ مجھے ان فوجوں پر قطعی اعتبار نہ ہو سکتا تھا جو اپنے آقاؤں کو قتل کر چکی تھیں۔ اور جنھوں نے مجھے بھی مقید کر دیا تھا۔ اور جو مجھ پر مظالم کرنے سے بھی دریغ نہ کرتی تھیں۔ ان کو مجھ سے صرف اس قدر تعلق تھا کہ وہ میرے نام سے فائدہ اٹھانے کے لئے مجھے اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے تھے۔ میں بغیر فوج۔ بغیر خزانہ بغیر سامانِ جنگ اور بلا توپ خانہ اُن پر کس طرح قابو پا سکتا تھا۔ جس شب کو بغاوت شروع ہوئی میں نے فوراً لفٹنٹ گورنر کو اطلاع کر دی تھی۔ اس کے بعد مجھے اپنے افعال پر قابو نہ تھا۔ میں سپاہ کے قبضہ میں تھا۔ وہ جبراً قہراً جو چاہتے تھے مجھ سے کراتے تھے۔ جب یہ فوجیں بھاگنے لگیں تو مجھے بھی اپنے ساتھ لیجانا چاہتی تھیں لیکن میں نہ گیا اور موقع پا کر چپ چاپ قلعہ کے پھاٹک سے نکلا اور مقبرہ ہمایوں میں جا کر پناہ گزیں ہوا۔ مذکورہ بالا جواب میرا تحریر کردہ ہے جو کچھ مجھے یاد تھا بے کم و کاست لکھ دیا ہے۔ یہ بلا مبالغہ ہے۔ میں نے حق سے قطعی انحراف نہیں کیا ہے۔

دستخط بہادر شاہ بادشاہ

© rasailojaraid.com